

مسئلہ فلسطین کے حوالے سے اردو مزاحمتی شاعری کا ایک تنقیدی جائزہ

*ڈاکٹر الطاف حسین لنگریال

History shows that the philosophical poets and thinkers played vital role in the renaissance of the nations. Ideological poetry has the power to awake up the people and convert their emotions into the energy of hardworking which makes them energetic to win the goal. Especially resistant poetry can play the remarkable role in the awaking of conquered nations. The topic "A critical review of Urdu Resistant Poetry on Palestine issue" is a basically review of Pakistani Urdu Resistant poetry on the Palestine issue. In this article selected Urdu poetry of Pakistani poets on the said issue is presented and discussed its literary and influential importance. This comprises on review of patriotic poems and anthems of different Pakistani poets. In this article, there are also discussions on the effects of resistant poetry on Muslim Ummah.

اقوام عالم کے عروج و زوال کے فلسفے کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اقوام کی نشاۃ الثانیہ میں ان کے ادب بالخصوص مزاحمتی ادب کا حصہ بہت اہم ہوتا ہے۔ جیسے یورپ کی نشاۃ الثانیہ میں دانٹے (DANTE) اور دیگر شعراء کی مزاحمتی شاعری نے نمایاں کردار ادا کیا۔ عالم اسلام کے مقبوضات اور دیگر سلگتے ہوئے مسائل کے حوالے سے مسلمان دانشوروں، شعراء اور ادباء نے مزاحمتی ادب کی تخلیق میں کسی کنجوشی سے کام نہیں لیا، جو بالآخر ملت اسلامیہ کی نشاۃ الثانیہ کا باعث ہوگا، ان شاء اللہ۔

اردو ادب میں جہاں دنیا کی تمام اصنافِ سخن کا وافر ذخیرہ موجود ہے، وہاں اس کا دامن مقامی منفرد اصنافِ ادب سے بھی بھرپور ہے۔ اردو ادیب ایک طرف جہاں عالمی حالات سے متاثر ہوتے ہیں اور ان کے حوالے سے اپنے احساسات کو پیرہنِ اظہار عطا کرتے ہیں تو وہیں وہ عالم اسلام۔۔۔ جس سے وہ اسلامی اخوت کے ناطے جڑے اور بندھے ہوئے ہیں۔۔۔ کے مسائل و حالات سے روحانی و جسمانی طور پر نہ صرف متاثر ہوتے ہیں بلکہ اس پر اپنے بھرپور ردِ عمل کا اظہار بھی کرتے چلے آئے ہیں۔ یوں اردو ادب میں نظم و نثر دونوں صورتوں میں ایک گرانقدر ذخیرہ مزاحمتی ادب کی صورت میں بہم جمع ہو گیا ہے اور آئے روز اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں مسئلہ فلسطین کے حوالے سے پاکستان میں اردو زبان میں منظوم مزاحمتی ادب کا ایک جائزہ پیش کیا جائے گا، جس سے ایک طرف پاکستانی شعراء کے احساسات کی ترجمانی ہوگی تو دوسری طرف عالم اسلام کے اس اہم مسئلہ پر ملکی و غیر ملکی رائے عامہ کی ہمواری اور اس کے حل میں معاونت ہوگی۔

*ڈائریکٹر بہاولنگر کمپس / اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

القلم ... دسمبر ۲۰۱۲ء مسئلہ فلسطین کے حوالے سے اردو مزاحمتی شاعری کا ایک تنقیدی جائزہ (255)

سامراجی قوتوں نے جب سے ارض مقدس اور قبلہ اول کو مسلمانوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہود کے پنجہ صیہونیت کے ہاتھوں برباد کرنے کی سازش کی اور پھر اس پر غارت گری کر کے اس کو تاراج کرنا شروع کیا ہے اُسی روز سے نہ مسلمان مجاہدین کو چین آیا ہے اور نہ ہی مسلمان دانشور اپنے احساسات کے اظہار سے باز آئے ہیں۔ اگرچہ مقتدر مسلمان تو تزویری مجبوریوں کے اسیر رہے تاہم مسلمان مجاہد اپنی جان کو تھیلیوں پر رکھے بے سروسامانی کے باوجود غلیلوں سے لڑ رہے ہیں اور قلم کے دھنی بھی کسی ملالت کی پرواہ کیے بغیر اپنے محاذ پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ پاکستانی ادباء نے مسئلہ فلسطین کے حوالے سے اردو زبان میں اپنا حصہ وافر ڈالا ہے۔ زیر نظر فصل میں پاکستانی شعراء کے فلسطین کے حوالے سے اردو کلام کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

سرزمین فلسطین اور قبلہ اول سے مسلمانانِ پاک و ہند کی جذباتی وابستگی شعائرِ اسلام سے محبت کا ثبوت ہے۔ چنانچہ اس مٹی کے شعراء نے ہمیشہ اس تعلق کا اظہار کیا ہے اور ارض مقدس کے درد کو اپنے دلوں کی گہرائیوں میں محسوس کیا ہے۔ یورپ کی ارض فلسطین کو پنجہ یہود میں دینے کی سازش کا شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے ”دامِ تہذیب“ کے عنوان سے اپنی نظم میں یوں پردہ چاک کیا۔

اقبال کو شک اس کی شرافت میں نہیں ہے
ہر ملتِ مظلوم کا یورپ ہے خریدار
جلتا ہے مگر شامِ فلسطین پہ مرادل
تدبیر سے کھلتا نہیں عقدہ دشوار (1)

اقبال ایک طرف جہاں اہل مشرق کو جمعیتِ اقوام مشرق بنانے کا مشورہ دیتے ہیں، جس کا مرکز طہران ہو تو دوسری طرف وہ اس وقت کی جمعیتِ اقوام جو یورپ کی اقوام کے مفادات کی نگہبان تھی، سے سخت مایوس تھے۔ اسی لیے وہ اقوام مغرب کی اس منطق پر کہ ”ارض فلسطین پر یہودیوں کا حق ہے“ کا جواب اس سوال میں دیتے ہیں اور ان کے دوہرے معیارات پر گہری چوٹ کرتے ہیں۔

ہے خاکِ فلسطین پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا
مقصد ہے ملکیت انگلیس کا کچھ اور
قصہ نہیں نارنج کا یا شہد و رطب کا (2)

القلم ... دسمبر ۲۰۱۲ء مسئلہ فلسطین کے حوالے سے اردو مزاحمتی شاعری کا ایک تنقیدی جائزہ (256)

چنانچہ اقبالؒ امت مسلمہ کو یہ سبق پڑھاتے ہیں کہ ان اقوام کی ڈور دراصل یہودیوں کے ہاتھ میں ہے لہذا ان سے کسی انصاف اور دادرسی کی توقع رکھنا عبث ہے۔ وہ فلسطینی عرب سے فرماتے ہیں

زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ
میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے
تری دوا نہ جینوا میں ہے نہ لندن میں
فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے (3)

جس صورتحال کی طرف حکیم الامت نے اشارہ کیا تھا آج بھی قائم ہے۔ آج اقوام متحدہ کا ادارہ وہی کردار ادا کر رہا ہے جو اقبال کے زمانے میں جمعیت اقوام عالم نے ادا کیا۔ بہر طور عہد حاضر کے پاکستانی شعراء نے اردو زبان میں قضیہ فلسطین کو اپنی نظموں اور ترانوں کا موضوع بنایا ہے جس کا ایک جائزہ درج ذیل ہے۔

فیض احمد فیض: عرب اسرائیل جنگ میں عربوں کی شکست ذلت آمیز اور جمال عبدالناصر کے ہاتھوں شہنشاہیت کے خاتمے کے بعد اس کی قیادت میں عرب دنیا میں تبدیلی کے نعروں کی گونج سنائی دینے لگی۔ اس ساری صورتحال میں پاکستان کے ترقی پسند ادیبوں نے اپنے احساسات کے اظہار میں وافر حصہ ڈالا۔ ترقی پسند ادباء کے سرخیل جناب فیض احمد فیض نے بھی اس دور میں مشرق وسطیٰ کی صورتحال پر کئی نظمیں کہیں۔ ”سر وادی سینا“ میں فیض 1976ء میں مذکورہ صورتحال پر کہتے ہیں

پڑیں گے دارورسن کے لالے، کوئی نہ ہوگا کہ جو بچالے
جزا سزا سب یہیں پہ ہوگی یہیں عذاب و ثواب ہوگا
یہیں سے اٹھے گا شور محشر، یہیں پہ روز حساب ہوگا (4)

فلسطین شہداء جو پردیس میں کام آئے اور فلسطینی بچے کی لوری کے عنوان سے فیض احمد فیض نے بیروت میں 1980ء میں فلسطین کیلئے دو نظمیں کہیں۔ پہلی نظم کے دو اشعار ملاحظہ ہوں

جس زمیں پر بھی کھلا میرے لہو کا پرچم
لہلاتا ہے وہاں ارض فلسطین کا علم
تیرے اعداء نے کیا ایک فلسطین برباد
میرے زخموں نے کیے کتنے فلسطین آباد (5)

القلم ... دسمبر ۲۰۱۲ء مسئلہ فلسطین کے حوالے سے اردو مزاحمتی شاعری کا ایک تنقیدی جائزہ (257)

کربلائے لبنان میں ”بیروت نگار بزم جہاں“ کی بربادی کے بعد آبادی کا تذکرہ ہے تو ”لا خوف علیہم“ کے عنوان سے ترانے میں فلسطینی مجاہدوں کو یوں جذبہ پامردی عطا کرتے ہیں

ہم جیتیں گے حقا ہم اک دن جیتیں گے

بالآخر اک دن جیتیں گے ہم جیتیں گے

قَدْ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ

فرمودہ رب اکبر ہے

جنت ہے اپنے پاؤں تلے اور سایہ رحمت سر پر ہے

پھر کیا ڈر ہے ہم جیتیں گے (6)

احمد ندیم قاسمی: عرب اسرائیل جنگ میں اسرائیل کے ہاتھوں مصر کی شکست اور مصری

دوستوں کی بے حسی پر احمد ندیم قاسمی ”روشنی کی تلاش“ میں شکوہ کرتے ہیں۔ وہ آزادی فلسطین کے مجاہدین کے قتل عام پر ”اردن“ میں اپنوں کے ہاتھوں اپنوں کے خون پر خون کے آنسو روتے ہیں۔ تاہم وہ پہلی نظم میں پرامید بھی ہیں

یہ ہے وہ سمت کہ جس پر مرے ٹپو کے نقوش کف پا

چاند ستاروں کی طرح روشن ہیں

اور اس سمت سفر کرنے کی شرط ہے

ہم ظلمت مغرب کو بتادیں

کہ ہمیں صبح کے وارث ہیں

کہ ہم مشرق ہیں (7)

ابن انشاء: ابن انشاء نے ”دیوار گریہ“ کے عنوان سے 1967ء میں ایک طویل نظم کہی اور مسلم امہ کی بے امانی پر گریہ کننا ہوا۔ شاعر نے یہودیوں کی مقہور و مغضوب اور آوارہ و بے وطن قوم کا یکجا ہو کر قوم مسلم کو تاراج کرنا بڑے دردناک انداز میں نظم کیا اور ایک عرب کو مخاطب کر کے غیرت دلائی کہ تمہارے اجداد نے شرق سے غرب تک شہسواری کی اور آج تم اس حال میں ہو۔ نظم کے تیسرے حصے میں شاعریوں رقمطراز ہے

آج سینائی کی مسجدیں بے اذان

آج سینائی میں عید صیہونیاں

جوِ دجال ہے شورِ فریاد ہے

یہ قیامت ہے یا محض افتاد ہے؟ (8)

اس نظم کے چوتھے حصے میں تو شاعر بیت المقدس پر ہر طرف اسرائیلی پرچم کے لہرانے اور مسلمانوں پر

اس کے دروازے بند ہونے اور اسکی دگرگوں صورتحال پر خود بھی تڑپا ہے اور قاری کو بھی تڑپایا ہے

دیکھ بیت المقدس کی پر چھائیاں

اجنبی ہو گئیں جس کی پہنائیاں

ہر طرف پرچم نجم داؤد ہے

راہِ ضحہ کے گنبد کی مسدود ہے

سجدہ گاہِ عمر، مسجدِ پاک میں

آج خالی مصلے، اٹے خاک میں (9)

شہزاد احمد: نکھرے لہجے کے شاعر شہزاد احمد دنیائے ادب میں کسی تعارف کے محتاج

نہیں۔ انہوں نے اردو غزل کو ایک منفرد آہنگ سے آشنا کر کے اس روایت کو توانائی بخشی۔ مسجد اقصیٰ کی

آتشزدگی اور فلسطین کی صورتحال پر اپنی نظم ”حسین علیہ السلام کا سبق“ میں کہتے ہیں،

آگ کی سُن کر خبر سینے ہمارے ہوئے شق

ہم کو تو مسجد اقصیٰ بھی ہے قرآن کا ورق

کاٹ دو۔ قبلۂ اول پہ جو ہاتھ اُٹھے ہیں

ہے اگر دل میں تمہارے ابھی ایماں کی رُمق

سَر کٹا دنیا جھکانے سے کہیں بہتر ہے

ہے ابھی یاد حسین ابن علی کا یہ سبق (10)

پروفیسر عنایت علی خاں: معروف مزاح نگار شاعر و ادیب پروفیسر عنایت علی خاں جو کہ نعیم

صدیقی کے ہمدِ دیرینہ ہیں، نے امتِ مسلمہ کے مصائب پر قریب قریب نعیم صدیقی ہی کا اسلوب اپنے

انداز میں اپنایا ہے۔ اپنی ایک نظم ”سب زوال امت“ میں مسائلِ امہ کو ایک ایک کر کے ذکر کرتے ہیں اور

کہتے ہیں تو مسلم جو افلاک کے ستاروں کی سوار تھی اور مشرق و مغرب میں جس کی دھاک جمی تھی، آج اس کی

نکوئی وقعت ہے اور نہ وزن اور وہ سیلِ حوادث کے آگے مثلِ خس و خاشاک بھی جا رہی ہے۔ کہتے ہیں

القلم ... دسمبر ۲۰۱۲ء مسئلہ فلسطین کے حوالے سے اردو مزاحمتی شاعری کا ایک تنقیدی جائزہ (259)

ۛ کشمیری و افغاں ہوں کہ ہوں اہل فلسطین
ہر اک کے تصور سے مری آنکھ ہے نمناک
اور آگے چل کر رحمتِ یزداں کی نگاہوں کے پھر جانے، ذلت و رسوائی اور ان تمام بربادیوں کی وجہ
یوں بیان کرتے ہیں

ۛ مسلم کہ تمکن تھا تیرا حفظِ حرم سے
دل قبلہ نما تھا تو رہا صاحبِ لولاک
اس اپنے فریضے سے جو سرتاب ہوا تو
باقی نہیں اب تیری ضرورت تہہ افلاک (11)

منظور احمد ڈیسوی: منظور ڈیسوی کی کتاب ”انقلاب انقلاب“ کا عنوان ان کی ایک نہایت
پُر جوش نظم سے ماخوذ ہے۔ اس نظم کے چند اشعار ذیل میں پیش ہیں۔ حالاتِ حاضرہ پر اپنے منظوم تبصرہ میں
فرماتے ہیں:

ۛ مسلم خوابیدہ اٹھ کب تک رہے گامستِ خواب
عالمِ اسلام میں پھیلا ہے کیسا اضطراب!
اب نہیں باقی رہی پہلی سی تیری آبِ تاب
کب تلک برباد ہوگا اس طرح غفلتِ مآب
انقلاب اے مسلم مجھ تغافل انقلاب
آہ! وہ بیتِ المقدس انبیاء کی سرزمین
آج مسلم ہیں جہاں مظلوم و بے بس بالیقین
وہ زمیں وابستہ ہے معراج ختم المرسلین
زندگی اور موت کا یہ مسئلہ کرا انتخاب
انقلاب اے مسلم مجھ تغافل انقلاب
چنچہ صیہونیت اور گنبدِ صخرہ کو دیکھ
ہے زبوں حالی کا منظر ملتِ بیضا کو دیکھ
ہیں یہودی سازشیں اور مسجد اقصیٰ کو دیکھ

القلم ... دسمبر ۲۰۱۲ء مسئلہ فلسطین کے حوالے سے اردو مزاحمتی شاعری کا ایک تنقیدی جائزہ (260)

دیکھ اسرائیل پہ چھایا ہے شیطانی شباب

انقلاب اے مسلم جو تغافل انقلاب (12)

منظور ڈیسوی ”چھوڑ دے تو سارے راگ و رنگ“ کے عنوان سے ایک ترانے میں امت مسلمہ کو جھنجھوڑتے ہیں اور خواب غفلت سے بیدار کرنے کی شعوری کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس غفلت نے مسلمانوں کو برباد کر دیا ہے۔ چنانچہ اس ہلاکت خیزی سے بچنے کیلئے جو امت مسلمہ کو درپیش ہے اُسے جاگنا چاہیے اور جدوجہد اور کوشش کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ ارض مقدس پر یہودی مظالم کی یوں تصویر کشی کرتے ہیں:

ہ ہیں ارض مقدس پر قابض پھر آج یہودی ظلم بپا

تو پردہ غفلت اب تو اٹھا ہنگامہ عشرت ختم ہوا

دشمن ملت گھات میں ہیں کچھ ہوش میں آ اور جاگ ذرا

تاریخ سلف تو دہرا دے اور باطل سے اب جا نکرا

چھوڑ تو سارے راگ و رنگ بھڑک رہا ہے شعلہ جنگ (13)

ماہر القادری: ماہر القادری نے ”مشہد اکبر“ کے عنوان سے قبلہ اول پر ایک نظم کہی جو چراغ

راہ اگست 1967ء میں چھپی۔ ملاحظہ ہو۔

یہ قبلہ اول پہ عجب وقت پڑا ہے۔

تکبیر کے نغمے نہ مؤذن کی صدا ہے

سب عالم حیرت میں ہیکل ہو کہ صحرا

زیتون کی وادی ہے گنج شہداء ہے

اور مسلمانان فلسطین پر اُس وقت صیہوینیوں کی غارت گری کی منظر کشی وہ کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ

آج بھی یہ مناظر نظر آتے ہیں اور وہی ظلم کی داستان آج بھی دہرائی جا رہی ہے اور لگتا ہے کہ ماہر القادری نے

آج ہی یہ اشعار کہے ہوں:

ہیں سوگ میں ڈوبے ہوئے نابلس واریجا

القدس کے اطراف میں اک حشر پاپا ہے

القلم ... دسمبر ۲۰۱۲ء مسئلہ فلسطین کے حوالے سے اردو مزاحمتی شاعری کا ایک تنقیدی جائزہ (261)

اردن ہے کہ ہے مشہد اکبر کا نمونہ

پانی کی طرح خون مسلمان کا بہا ہے

عرب نیشنلزم کے نعرے نے جہاں عرب مسلمانوں کو بربادی کے یہ دن دکھائے وہاں مصر کے جمال عبدالناصر اور ان کے حواریوں کی طرف سے ”نَحْنُ أَوْلَاُ الْفَرَاغِ“ کے نعرے نے اسلام پر فخر و مباہات کی بجائے فرعونیت سے تعلق پر فخر نے بھی اس حالت کو پہنچانے میں اپنا کردار ادا کیا۔ شاعر اللہ کے قانون مکافات کا تذکرہ کر کے سارے قضیے کا فلسفہ بیان کرتا ہے۔

فرعون کی اولاد سے امید یہی تھی

ناصر کی قیادت سے نہ شکوہ نہ گلہ ہے۔

بے عیب ہے اللہ کا قانون مکافات

جو کچھ بھی ہوا اپنے گناہوں کی سزا ہے۔ (14)

سلیم ناز بریلوی: کسی زمانے میں ریڈیو پر بچوں کا ایک گیت چلا کرتا تھا جو اپنی خوبصورت سہانی شاعری اور منظر کشی کے ساتھ ساتھ معصوم مگر مدھر آوازوں میں دل موہ لینے والی لے میں گایا گیا تھا۔ اس گیت کو چھوٹے بڑے سبھی پسند کرتے اور پھر سننے کی خواہش کرتے۔ گیت تھا،

پورب کا دروازہ کھلا ٹھنڈی ٹھنڈی چلی ہوا

جاگو جاگو صبح ہوئی

سلیم ناز بریلوی نے اسی گیت کی تضمین لکھی اور امت مسلمہ کے مقبوضات کی آزادی کی صبح کے طلوع ہونے کی نوید امت کو سناتے ہوئے اسے جاگنے کا پیغام دل فریب دیا۔ اس کو انہوں نے خود گایا بھی ہے۔

ملاحظہ کیجئے،

خون شہیداں رنگ لایا فتح کا پرچم لہرایا

جاگو جاگو صبح ہوئی

روسی سازوں اور گیتوں کے بند ہو جانے، نہتے افغانوں کے جیت جانے کے بعد مسجد اقصیٰ کی تباہی اور اس کا گریہ یوں نظم کرتے ہیں،

مسجد اقصیٰ روتی ہے کیوں یہ تباہی ہوتی ہے

القلم ... دسمبر ۲۰۱۲ء مسئلہ فلسطین کے حوالے سے اردو مزاحمتی شاعری کا ایک تنقیدی جائزہ (262)

جاگ رہے ہیں جہاں یہود امت مسلم سوتی ہے
جاگو جاگو صبح ہوئی (15)

سُرور انبالوی: بزم گلزارِ ادب راولپنڈی کے بانی صدر سُرور انبالوی ایک کہنہ مشق شاعر اور دانش ور ہیں۔ آپ نے ”ارضِ فلسطین کی فریاد“ کے عنوان سے ایک نظم میں ارضِ مقدس کی موجودہ دگرگوں حالت پر اپنے احساسات کو یوں پیراہنِ اظہار سے نوازا،

آتش و آہن کی بارش اور دھواں بارود کا عقل حیراں امن کی دیوی کو آخر کیا ہوا
رستے بستے شہر بمباری سے کھنڈر ہو گئے آدمی نے آدمیت کو بھی ننگا کر دیا

شاعر انسان کے ہاتھوں انسانیت کی بے آبروئی، ہوا کی بیٹی کے سرِ بازار بے ردا ہونے اور انسانیت کے نیلام کی داستانِ خونچکاں پر نوحہ کرتے ہوئے انسانیت ہی کے نام پر ننھے ننھے بچوں کو خون میں نہلا دینے اور امن کی فاختہ کے قتل ہونے پر امن کے سوداگروں کے ضمیر پر دستک دیتا ہے۔ اور پھر اہل فلسطین کی در بدری پر دنیا کے منصفوں سے سوال کرتا ہے،

یہ فلسطینی رہیں گے در بدریوں تا کجا کوئی چارہ بھی تو ہوگا آخر ان کے درد کا

اپنی اس نظم کے آخر میں سُرور انبالوی گویا تاریخ کے قاضی کا فتویٰ بے لاگ اور دو ٹوک انداز میں پیش کر دیتے ہیں،

ہوگا آزاد ایک دن آخر فلسطین دیکھنا ٹل نہیں سکتا کسی صورت بھی لکھا وقت کا

آخر ش بازو کٹے گا ایک دن صیاد کا اور سفینہ غرق ہوگا جبر و استبداد کا (16)

اکرم باجوہ: اکرم باجوہ آجکل ادبی حلقوں میں ایک پنجابی شاعر کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی پنجابی شاعری کی کئی کتب منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ عمدہ پنجابی لہجے میں ادبی چاشنی سے مالامال اور فنی و تکنیکی نزاکتوں سے ہمکنار ان کی شاعری کا اعتراف یوں بھی ہوا کہ ان کی کئی ایک تخلیقات کو مشرقی پنجاب (ہندوستان) کی یونیورسٹیوں میں نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔ بورے والا سے تعلق رکھنے والے اس شاعر کے بارے میں اب یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ان کا اصل میدان اردو شاعری تھا۔ اکرم باجوہ پاک فوج کی ایجوکیشن کورس سے متعلق رہے اور منشا یاد اور اس قبیل کے دیگر شعراء کا ساتھ رہا۔ انہی میں سے کسی کی تحریک پر وہ پنجابی شاعری کی طرف آئے۔ وہ بہت وسیع المطالعہ شخصیت ہیں۔ انہوں نے عرب کے ایامِ جاہلیت کے عظیم شاعر امرؤ القیس کے ایک شعر، جس کا مفہوم ہے ”میرے دوست آؤ چند لمحوں کیلئے یہاں رُک

القلم ... دسمبر ۲۰۱۲ء مسئلہ فلسطین کے حوالے سے اردو مزاحمتی شاعری کا ایک تنقیدی جائزہ (263)

جائیں۔ کبھی اس جگہ میری محبوبہ کے خیمے ہوا کرتے تھے، کو مرکزی خیال بناتے ہوئے فلسطین پر ایک نظم لکھی۔ اس غیر مطبوعہ نظم کے جس کا عنوان ”کھنڈر“ ہے کا آغاز وہ یوں کرتے ہیں:

ہمسفر روک لے رہو! حسیں روک بھی لے
آکہ اس قریہٴ محبوب کے آثاروں پر
آج آئے ہیں تو پھر بیٹھ کے دم بھر رو لیں
آکہ اس خاکِ معطر کے حسیں زانو پر
طفلِ معصوم کی مانند گھڑی بھر سو لیں

پھر شاعر اس نہایت ہی رومانوی و خواب گیس انداز لئے ہوئے نظم میں حسیں یادوں، عہدِ ماضی کی حکایاتِ دل افروز، حسنِ جہاں سوز کے افسانوں، ہر سمت مہکتے ہوئے پھولوں کی خوشبوؤں، قمر چہرہ پری زادیوں اور جوانانِ رعنا کا تذکرہ کر کے اب اس کی تیرہ و تار فضا میں بارود کی بو، دامنِ شب میں سلگتی ہوئی لاشوں اور دشتِ پُر ہول میں یاروں کے بہتے ہوئے لہو پر ماتم کرتے ہوئے کہتا ہے:

ان منڈیروں پہ کبھی طلعتیں لہراتی تھیں
ان خرابوں میں برستے تھے وفا کے بادل
آج اک سحر کی زد میں ہیں یہ برباد مکاں
مٹ گئے جیسے کسی کتبہٴ شاہی کے حروف
مٹ گئے جیسے مٹا کرتے ہیں مخلوق کے نشان
کون وہ آنکھ ہے اس حال پہ جو روئی نہیں
اب یہاں کوئی نہیں، کوئی نہیں، کوئی نہیں۔ (17)

مطلوب علی زیدی مطلوب: سید مطلوب علی زیدی مطلوب کا تعلق بہاولپور سے ہے۔ آپ مقامی کالج میں انگریزی زبان و ادب کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔ ادبی گھرانے سے تعلق اور اہل زبان ہونے کے ساتھ ساتھ فارسی و انگریزی ادب سے مکاحقہ شناسائی رکھتے ہیں۔ اردو شاعری میں ان کا پختہ لہجہ اُن کے بڑے مقام کا پتہ دیتا ہے تاہم روایتی ادبی و علمی مراکز سے دوری اور شاعروں اور ادب کی مروجہ انجمنوں سے دوری کی وجہ سے ان حلقوں میں زیادہ معروف نہیں ہیں۔ ان کی شاعری کا ”صبوحی“ کے نام سے ایک دیوان چھپ چکا ہے۔ ”صبوحی“ چودہ مختلف لمعات پر مشتمل ہے جو گویا موضوعاتی ترتیب کو پیش نظر رکھ کر مرتب کی گئی

القلم ... دسمبر ۲۰۱۲ء مسئلہ فلسطین کے حوالے سے اردو مزاحی شاعری کا ایک تنقیدی جائزہ (264)

مختلف کتب ہیں۔ ان لمعات میں دو لمعات یعنی لمعہ یازدہم اور لمعہ چہار دہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو بالترتیب طنز و مزاح اور منظومات برائے اطفال پر مشتمل ہیں۔ دونوں میں جیسا کہ ناموں سے ظاہر ہے انہوں نے عام سنجیدہ ڈگر سے ہٹ کر ہلکے پھلکے اور فکاہیہ انداز میں مختلف موضوعات پر اشعار کہے ہیں۔ بچوں کیلئے مختلف کہانیاں، قصے، لطائف اور پہلیاں وغیرہ عام فہم انداز میں کہی گئیں ہیں۔ تاہم ان لمعات کے مطالعے سے شاعر کے فہم کی گہرائی اور سوچ و فکر کی تہہ میں امت مسلمہ کا درد، اپنے شاندار ماضی پر فخر، اپنی تہذیب سے جڑے رہنے کی تمنا اور اغیار کی سازشوں سے ہوشیار رہنے اور دوسروں کو ہوشیار و خبردار کرنے کا انداز سمویا ہوا ہے۔

وہ بچوں کیلئے کہی گئی اپنی دو حصوں پر مشتمل ایک نظم ”بڑی اور چھوٹی“ میں دو بہنوں کی گڈیوں اور گڈوں کی کہانی کو نہایت خوبصورت انداز میں پیش کرتے ہیں دونوں بہنوں میں گڈے اور گڈی کی شادی کے مسئلے پر لڑائی پر امریکہ کے باگڑیلے کا آدھمکنا اور پھر ان کے درمیان نفرت کی خلیج کو بڑھادینے کا قصہ نہایت پُرکاری سے بیان کرتے ہیں اور بالآخر دونوں بہنوں کے اس سازش کو سمجھ جانے اور باگڑیلے کو مل کر مار بھگانے اور گڈے گڈی کی شادی ہو جانے پر راضی خوشی مل جل کر رہنے کے عہد پر خوبصورت انداز میں اختتام کرتے ہیں۔

اسی طرح طنز و مزاح کے لمعہ میں شاعر کی اس میدان میں افتاد طبع کی نئی جہت سامنے آتی ہے جب وہ اپنی نظم ”یو-این-او“ میں بچوں سے پہیلی کی صورت میں یو-این-او کا مطلب پوچھتا ہے۔ ملاحظہ ہو

ایک پہیلی بوجھو بچو! کیا ہے بتاؤ یو-این-او

یو-ایس-اے کا یو ہے، اور باقی سب ہے نو ہی نو

شام سویرے یہ ڈائن امریکہ کے گن گاتی ہے
مظلوموں پہ آفت آئے، بہری یہ بن جاتی ہے
اور پھر اگلے شعر میں تو فلسطینیوں اور عربوں پر اقوام متحدہ کے زیر سایہ ظلم کا پردہ یوں چاک کرتا ہے

عربوں کی دولت کے بل پر، ہر دم عیش اڑاتی ہے

اسرائیل کے سانپ سے ان کو، آئے دن ڈسواتی ہے (18)

سید محمد جعفری: سید محمد جعفری نے یو این او کے عنوان سے ایک نظم کہی ہے جس میں امریکہ کے پٹھواس ادارے کے ملت اسلامیہ کے حوالے سے دوہرے معیار پر سخت تنقید کی گئی ہے

القلم ... دسمبر ۲۰۱۲ء مسئلہ فلسطین کے حوالے سے اردو مزاحمتی شاعری کا ایک تنقیدی جائزہ (265)

یو این او کے پیٹ میں سارے جہاں کا درد ہے
 وعدہ فردا پہ ٹر خانے کے فن میں فرد ہے
 اور اس سے آگے چل کر وہ قضیہ فلسطین پر اس کے کردار کا پردہ یوں چاک کرتے ہیں
 گرچہ پٹواتا فلسطین میں خود اپنی نزد ہے!
 ایسی قوموں سے خفا ہے جن کی رنگت زرد ہے
 دلدل وقت ہے انصاف کا یہ ٹھیکیدار
 جب فلسطین میں نہ آئے تھے یہودی بے شمار
 پیش قدمی کو عرب کی اُس نے روکا بار بار
 اور اسرائیل کے فتنے کو سو نپا اختیار (19)
 گوہر ملیسانی: گوہر ملیسانی اپنی ایک ترانہ نما نظم ”جاگ مسلمان اب تو جاگ“ کا آغاز ہی
 اہل فلسطین کی حالت زار سے کرتے ہیں
 خون مسلمان ارزاں ارزاں
 اہل فلسطین لرزاں لرزاں
 ظلم و ستم ہے رقصاں رقصاں
 دنیا بنی ہے شہر خموشاں
 کیسی لگی ہے ہر سو آگ
 جاگ مسلمان اب تو جاگ
 اجڑا ہے بیروت کا گلشن
 غنچوں اور پھولوں کا مسکن
 چھوٹا ہے اب آس کا دامن
 چلنے پر ہے ان کے قدغن
 ڈستے ہیں صیہونی ناگ
 جاگ مسلمان اب تو جاگ (20)
 یوسف ظفر: سانحہ بیت المقدس پر یوسف ظفر نے اپنی نظم میں نہایت بلیغ انداز میں اپنوں

القلم ... دسمبر ۲۰۱۲ء مسئلہ فلسطین کے حوالے سے اردو مزاحمتی شاعری کا ایک تنقیدی جائزہ (266)

کی بے وفائی کا تذکرہ کیا ہے

دیکھ اے چشمِ زلیخا قدر اپنے پیار کی
آج پھر یوسف کے بھائی ہیں خریداروں کے ساتھ
دین سے کٹ کر ہوا مالِ عرب، پیشِ عرب
اور عصا بھی ہے پد بیضا میں ہتھیاروں کے ساتھ
تبھی تو وہ قبلہ اول کو مشورہ دیتا ہے کہ تو پھر کسی صلاح الدین ایوبی کی تلاش کر
قبلہ اول، صلاح الدین ایوبی کو ڈھونڈ
آلی دیوارِ گریہ، تیری دیواروں کے ساتھ (21)

ناصر نظامی: ناصر نظامی کا تعلق بنیادی طور پر فیصل آباد سے ہے، وہ ایک عرصہ ایسٹریڈیم ہالینڈ میں مقیم رہے۔ ”صلیب گز“ کے نام سے ایک کتاب اُن کی شاعری پر مشتمل ہے۔ جس کو ۱۹۸۸ء میں کراچی اسٹڈی سرکل نے شائع کیا۔ اس کتاب کا مقدمہ ”بغیر عنوان کے“ پروفیسر شہرت بخاری نے لکھا جس میں انہوں نے ناصر نظامی کو ایسا شخص قرار دیا ہے جس کا ضمیر زندہ اور آنکھیں بیدار ہیں اور جس نے اپنے وطن سے اپنی آنول نہیں کاٹی۔

ناصر نظامی کے دل میں وطن کی مٹی سے محبت کے ساتھ عالم اسلام کا درد بھی ہے۔ وہ اپنی اس کتاب میں ایک نظم ”لبنان و آسام“ میں اس کا اظہار یوں کرتا ہے
بہتا رہا لبنان کے گلشن میں لہو عام
خاموشی سے منہ دیکھا کیا عالم اسلام (22)

ناصر نظامی عالم اسلام کے مسائل کی ایک وجہ اقوام متحدہ کے ادارے کو قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ ادارہ صرف مغرب کے مفادات کا پاسبان ہے اپنی نظم ”لبنان و آسام“ میں کہتے ہیں
دنیا میں ریا کاری کا سب سے بڑا اڈہ!

افرنکی مفادات کی ماں عالمِ اقوام! (23)

اداء جعفری: اداء جعفری مسجد اقصیٰ کی نوحہ کناس صورت حال پر لوگوں کو مخاطب کر کے اپنا دکھ بیان کرتی ہیں۔ اور حرمِ محترم کے بارے میں کہتی ہیں

محترم ہے مجھے اس خاک کا ذرہ ذرہ
ہیں یہاں سرورِ کونین کے سجدے کے نشان

القلم ... دسمبر ۲۰۱۲ء مسئلہ فلسطین کے حوالے سے اردو مزاحمتی شاعری کا ایک تنقیدی جائزہ (267)

اس ہوا میں مرے آقا کے نفس کی خوشبو
اس حرم میں مرے مولا کی سواری ٹھہری
اور پھر ملت کو مخاطب کر کے کہتی ہیں

اس کی عظمت کی قسم ارض و سما نے کھائی
تم نے کچھ قبلہ اول کے نگہبان! سنا؟
حرمت سجدہ گہر شاہ کا فرمان سنا؟ (24)

گوہر ملسیانی:

ان کا اصل نام میاں طفیل محمد ہے تاہم گوہر ملسیانی کے قلمی نام سے معروف ہیں۔ ان کی خاص پہچان نعت گوئی اور میدان سیرت طیبہ ہے۔ تحقیق و جستجو کا یہ پیکر عمر عزیز کا توانا حصہ صادق آباد میں پتا کر آج کل خانیوال گزریں ہے۔ ایک طرف اخبارات کے ادبی صفحات کی زینت رہتے ہیں تو دوسری طرف ان کے مقالے مقامی و بین الاقوامی علمی و تحقیقی مجلات کی اشاعتوں میں شامل رہتے ہیں۔ ہمارے مناجاتی و مزاحمتی موضوعات کے سلسلہ کے تمام مقالوں میں ان کی نگارشات شامل رہی ہیں تاہم زیر نظر مقالہ کی اس سے محرومی کا ذکر جب ان سے ازراہ جوال ہوا تو اگلے ہی روز ایک نامے میں ان کی فلسطین کے موضوع پر دو کاوشیں موصول ہوئیں۔ ”صدائے فلسطین“ کے عنوان سے اپنی نظم کا مطلع یوں کرتے ہیں۔

آنسوؤں کا سمندر ہوا موجزن

زخمی زخمی نظر آرہے ہیں بدن

خوں چکاں پیرہن

بلبلاتے ہیں چاروں طرف مردوزن

آنسوؤں کا سمندر ہوا موجزن

آگے چل کر ارض مقدس کی حالت زار کے بارے میں کہتے ہیں،

امن کی سرزمین زیرِ افتاد ہے

قدس کا ہر گھرانہ بھی برباد ہے

ظلم شداد ہے

القلم ... دسمبر ۲۰۱۲ء مسئلہ فلسطین کے حوالے سے اردو مزاحمتی شاعری کا ایک تنقیدی جائزہ (268)

دندانِ تا پھرے ہر طرف اہرمن

آنسوؤں کا سمندر ہوا موجزن (2)

وہ اپنی ایک دوسری نظم میں علامہ محمد اقبالؒ کے معروف شعر ”ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے نیل کے ساحل سے لے کر تاجناک کا شجر“ کی تاثیر کو بصورتِ اشعار قوم کو اس انداز میں منتقل کرنے کی ایک شعوری کوشش کرتے ہیں۔ نظم کا عنوان ہے ”ایک ہوں مسلم“ مطلع ملاحظہ کیجیے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

سرزمینِ قدس کی پھر ضوفشانی کے لیے

اہلِ ایمان کی پریشاں زندگانی کے لیے

نورِ قرآن کی مقدس ترجمانی کے لیے

نوعِ انساں کی حیاتِ جاودانی کے لیے

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

حقیقت یہ ہے کہ گو ہر ملیانی نے اپنے ان اشعار میں اس مسئلہ کی اصل وجہ کو آشکارا کیا ہے اور وہ ہے انتشار و افتراقِ امتِ مسلمہ۔ اور اگر آج بھی یہ امت ایک ہو جائے تو پھر دنیا کی کون سی قوت اس کے آگے ٹھہر سکتی ہے۔ نیل کے ساحل سے تاجناک کا شجر اگر آج ہم ایک ہو جائیں تو نہ یہ مسئلہ رہے گا، نہ مجبوریاں، نہ محکومیاں اور نہ اسرائیل کے مغربی و کلائے کاذب کی چال بازیاں کارگر رہیں گی۔ یہی دعا ہے اور یہی اس مسئلے کا واحد علاج اور حل بھی ہے۔

نیل کے ساحل سے لے کر تاجناک کا شجر

عظمتِ اسلام کا پھر سے بجائیں اب گجر

مشرکوں کا بیتِ اقدس میں رہے نہ جو شر

پھر صلاح الدین ایوبی کا تاباں ہو قمر

باندھ لو سر پر کفن اب کامرانی کے لیے

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے (26)

حوالہ جات و حواشی

- (1) ضربِ کلیم، در کلیات اقبال، ادارہ اہل قلم، لاہور، ص ۱۶۵
- (2) ایضاً ص ۱۸، ۱۶۹ (3) ایضاً ص ۱۷۱
- (4) فلسطین۔ اردو ادب میں، مرتب فتح محمد ملک، مطبوعات حرمت، راولپنڈی، فروری ۱۹۸۳ء، ص ۱۵۷
- (5) ایضاً ص ۱۵۸، ۱۵۹ (6) ایضاً ص ۱۶۲
- (7) ایضاً ص ۱۶۲-۱۶۴ (8) ایضاً ص ۱۶۷-۱۷۶
- (9) ایضاً ص ۱۶۷-۱۷۶ (10) ایضاً ص ۱۹۸
- (11) عنایتیں کیا کیا، منشورات، لاہور، تن، ص ۷۵، ۷۶
- (12) انقلاب انقلاب، رہبر پبلشرز اردو بازار کراچی، ۱۹۹۵ء، ص ۶۰-۶۶
- (13) ایضاً ص ۷۸۔
- (14) کلیات ماہر، القمر انٹر پرائزرز، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۸۸۵-۸۸۶
- (15) جنگ جاری ہے، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور، جولائی، ۲۰۰۰ء، ص ۱۸۳
- (16) غیر مطبوعہ کلام، در خط بنام راقم (17) غیر مطبوعہ کلام، در خط بنام راقم
- (18) صبحی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، پرائیویٹ لمیٹڈ پبلشرز لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۵۲۹-۵۳۲۔
- (19) تحریک آزادی کشمیر: اردو ادب کے آئینے میں، مرتب، فتح محمد ملک، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۲۱۲-۲۱۶
- (20) شوق شہادت زندہ ہے، گوہر پبلیکیشنز صادق آباد، نومبر 1993ء، ص ۷۱، ۷۲
- (21) فلسطین، اردو ادب، ص ۱۷۷-۱۷۸
- (22) صلیب گر، اسٹڈی سرکل، کراچی، ۱۹۸۸ء، ص ۴۶۔ (23) ایضاً
- (24) فلسطین، اردو ادب، ص ۱۸۲-۱۸۴ (25) غیر مطبوعہ کلام، در خط بنام راقم
- (26) غیر مطبوعہ کلام، در خط بنام راقم